ایک مومن کو چاہئے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی پر عمل کرتے ہوئے اس کامل صفات والے اعلیٰ ربّ کی تسبیح کرتا رہے اور اس کی خیر کی تمام صفات سے حصہ لینے کی کوشش کرے اور اس کی ناراضگی اور پکڑ سے بچنے کی کوشش کرے۔

نمازیں بھی ایک قسم کی تسبیح ہیں۔ پس ان کی پابندی کرنا اور باقاعدگی سے ادا کرنا یہ بھی ضروری ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اپنے ربّ کے نام کو دنیا میں بلند کرنا۔

ہر زمانے میں انبیاء روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے آئے اور اپنے اپنے وقت کی بیماریوں کا علاج کرتے رہے۔

مصر میں جماعت کی مخالفت میں شدت، کئی احمدیوں کو زیر حراست رکھا گیا ہے۔ ان کی جلد رہائی کے لئے دعا کی خصوصی تحریک۔ اسی طرح پاکستان کے احمدیوں کے لئے بھی دعا کی تحریک کہ وہاں بھی کافی سخت حالات ہیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
خطبہ جمعہ فرمودہ 14 رمئی 2010ء بمقام بیت الفتوح لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ- اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى- اَلَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى- وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى (الاعلیٰ: 2:4)

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ سورۃ اعلیٰ کی پہلی تین آیات ہیں۔ یعنی بسم اللہ کے علاوہ۔ اس سورۃ کو جیسا کہ ہمارے ہاں عموماً طریق رائج ہے، جمعہ اور عیدین میں پہلی رکعت میں پڑھا جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں روایت

ملتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین پر پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ پڑھا کرتے تھے۔اسی طرح دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ پڑھا کرتے تھے۔

(مسلم کتاب الجمعۃ باب ما یقرأ فی صلوٰۃ الجمعۃ حدیث نمبر 1912)

پس یہ اس سنت کی پیروی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جس کی وجہ سے یہ سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔

اسی طرح یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ پڑھا کرتے تھے۔اور دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں بعض روایات میں آتا ہے سورۃ الاخلاص اور بعض میں یہ ہے کہ آخری تین سورتیں۔آخری دو قل اور سورۃ اخلاص۔

(ترمذی ابواب الوتر باب ما جاء فی ما یقرأ بہ فی الوتر حدیث نمبر 462 ، 463)

بہرحال اس وقت سورۃ الاعلیٰ کی ان آیات کے حوالے سے کچھ کہوں گا۔حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیرِ کبیر میں اس کی بڑی تفصیل سے تفسیر بیان کی ہے اور بحث فرمائی ہے۔حضرت مصلح موعودؓ کی تفاسیر جو ہیں وہ بھی ایک عظیم علمی خزانہ ہیں۔گو یہ پوری قرآنِ کریم کی تو تفسیر نہیں ہے لیکن جن جن سورتوں کی ہے اُن کو پڑھنے کی طرف جماعت کو توجہ کرنی چاہئے۔یہ مختلف دس جلدیں ہیں۔سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (الاعلیٰ:2) یعنی تسبیح کر اپنے ربّ کی جو اعلیٰ ہے۔یعنی تیرا رب جو ربوبیت کے لحاظ سے سب سے بلند اور اعلیٰ شان رکھتا ہے اُس کی تسبیح کر۔اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ تو اپنے رب کا نام دنیا میں بلند کر۔گویا دو ذمہ داریاں ایک مومن کی لگائی گئی ہیں جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کامل نمونہ بنایا اور آپ پر شریعت کامل ہوئی اور آپ کے طریق پر چلنا ہم پر فرض قرار دیا۔پس ہر شخص جو آپ کی طرف حقیقی رنگ میں منسوب ہوتا ہے اور ہونا چاہتا ہے، اس کا یہ فرض ہے کہ آپؐ کے اسوہ پر چلنے کی کوشش کرے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب: 22)۔یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک کامل نمونہ ہے جس کی پیروی کرنی چاہئے۔اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے میں آپ کا کیا نمونہ تھا؟ آپ کے صبح شام، رات دن اللہ تعالیٰ کے ذکر سے پُر گزرتے تھے۔پھر بھی آپ فرماتے ہیں کہ اے رب! مجھے اپنا ذکر کرنے والا اور اپنا شکر کرنے والا بنا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الدعاء باب دعاء رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر 3830)

رکوع اور سجدے میں آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید فرماتے تھے۔اور آپ کی تسبیح وتحمید اور گریہ وزاری ایک عجیب رنگ رکھتی تھی۔رکوع میں جب سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سے اپنے عظیم ربّ جو رب العالمین ہے، اس کی بزرگی اور برتری کا ذکر

فرماتے ہیں تو کھڑے ہوکر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہہ کر پھر اللہ تعالیٰ کی بے شمار حمد کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ آپؐ کے رکوع اور سجود اور قیام اور نماز کی ہر حرکت کے بارہ میں ایک دفعہ پوچھنے پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا کہ اس کی خوبصورتی اور لمبائی نہ پوچھو۔

(بخاری کتاب التہجد باب **قیام النبی** ﷺ **باللیل فی رمضان وغیرہ حدیث نمبر 1147**)

سجدوں کی لمبائی کے بارہ میں ایک روایت میں یہ ذکر ملتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے اور قبلہ رُو ہوکر سجدے میں چلے گئے۔ بہت لمبا سجدہ کیا۔ اتنا لمبا کہ مَیں آپ کو دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ بلکہ یہاں تک میری پریشانی بڑھی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی روح قبض کرلی ہے۔ اس پریشانی کی حالت میں مَیں آپؐ کے قریب پہنچا تو آپؐ سجدہ سے اٹھ بیٹھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کون ہے؟ مَیں نے عرض کی یارسول اللہ! مَیں عبدالرحمٰن ہوں۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا یہ سجدہ اتنا زیادہ لمبا ہوگیا تھا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ کی روح تو قبض نہیں ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے تھے اور یہ خوشخبری دی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں فرماتا ہے کہ جو آپ پر دُرود بھیجے گا اس پر میں رحمتیں نازل کروں گا۔ اور جو سلامتی بھیجے گا اس پر مَیں سلامتی نازل کروں گا۔ اس بات پر مَیں سجدہ شکر بجا لا رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کر رہا تھا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 513-512 حدیث نمبر: 1664 مسند عبدالرحمٰن بن عوف مطبوعہ بیروت ایڈیشن 1998ء)

یہی نہیں کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ اتنا بڑا انعام تھا اس کی وجہ سے شکر بجا لا رہے ہیں، بلکہ ہر چھوٹی سے چھوٹی اللہ تعالیٰ کی جو نعمت تھی، اس پر بھی آپ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا تسبیح وحمد وشکر گزاری فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی خوراک کیا تھی۔ بعض وقت تو فاقے بھی ہوتے تھے اور روکھی سوکھی روٹی ہوتی تھی۔ لیکن اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر فرماتے تھے۔ اور تسبیح سے اپنی زبان کو تر رکھتے تھے۔

یہاں یہ بھی بتادوں کہ روایت میں آتا ہے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی (الاعلیٰ: 2) کی آیت اترنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی یہ دعا کرتے اور اپنے صحابہ کو بھی آپ نے فرمایا ہوا تھا کہ سجدے میں یہ دعا پڑھا کرو کہ اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُ۔ لیکن اس آیت کے بعد پھر آپ نے سُبْحَانَ رَبِّیَ الاعلیٰ کی دعا سکھائی۔ اسی طرح فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیم کی آیت جب نازل ہوئی ہے تو پھر آپ نے رکوع میں بھی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیم کی دعا سکھائی ہے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ حدیث نمبر 869، 871)

آپ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کے طریق کس طرح سکھائے؟ کس طرح ہر وقت آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور برتری کا خیال رہتا تھا اور آپ راہنمائی فرماتے تھے؟ اس بارے میں ایک روایت میں حضرت جویریہؓ بیان کرتی ہیں کہ صبح کی نماز کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گئے۔ اس وقت مَیں مصلّے پر بیٹھی تھی اور دن چڑھے جب آپ واپس آئے تو میں اس وقت بھی مصلّے پر بیٹھی تھی اور ذکر کر رہی تھی اور تسبیح کر رہی تھی۔ تو آپ نے پوچھا تم صبح سے اس حال میں یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو؟ مَیں نے عرض کی کہ مَیں تسبیح کر رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اس کے بعد جب سے مَیں یہاں سے گیا ہوں اور اب آیا ہوں مَیں نے صرف چار کلمات تین دفعہ دہرائے ہیں۔ اگر ان کلمات کا موازنہ میں تمہارے اس سارے وقت کے ذکر اور تسبیح سے کروں تو میرے کلمے جو ہیں وہ بھاری ہیں۔ جو یہ ہیں۔ کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رِضَاءَ نَفْسِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ زِنَۃَ عَرْشِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔

(مسلم کتاب الذکر والدعا باب التسبیح اوّل النہار وعندالنوم :6808-6807)

اللہ پاک ہے اس قدر جتنی اس کی مخلوق ہے۔ اللہ پاک ہے جس قدر اس کی ذات یہ بات پسند کرتی ہے۔ اللہ پاک ہے جس قدر اس کے عرش کا وزن ہے یعنی بے انتہا پاک ہے اور اللہ پاک ہے جس قدر اس کے کلمات کی سیاہی ہے۔

ایک تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی سے آپ کی ازواج کی تسبیح وتحمید اور ذکر سے رغبت اور اس کے لئے کوشش کا پتا چلتا ہے کہ کس قدر انہماک سے اور کتنی دیر تک یہ دعائیں اور ذکر فرمایا کرتی تھیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تسبیح کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے جس غور اور جس گہرائی سے یہ تسبیح کی اس کا اندازہ لگائیں کہ ایک لمبے عرصے میں جو کم از کم گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے پر تو محیط ہوگا، اس میں آپ نے صرف تین مرتبہ یہ الفاظ دوہرائے۔ یہ تو آپ کا ہی مقام تھا۔ لیکن توجہ دلائی کہ تسبیح ان جامع الفاظ میں کرو اور ساتھ ساتھ غور کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تسبیح کرو۔

پھر جب فتح مکہ ہوئی تو اس تسبیح اور شکر گزاری کا ایک اور انداز دیکھیں کہ اونٹنی پر بیٹھے ہیں۔ سر جھک کر پالان سے چھو رہا تھا اور سجدہ شکر بجالاتے ہوئے یہ دعا آپ پڑھ رہے تھے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ۔ کہ اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد اور تعریف کے ساتھ۔ اے اللہ مجھے بخش دے۔

یہ معیار حاصل کرنے کے بعد جب خدا تعالیٰ نے آپ کی امت کے افراد سے اپنی محبت کو بھی آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط کیا ہے۔تو پھر بھی آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کے ساتھ، شکر گزاری کے ساتھ اپنی مغفرت طلب فرمارہے ہیں۔پس یہ آپؐ کے نمونے ہیں۔انفرادی طور پر بھی تسبیح وتحمید کے طریق سکھارہے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور تقدیس کا اظہار حقیقی رنگ میں کرنے کا پتہ چلے۔آپ کے لئے امت کے درود اور سلامتی بھیجنے پر تسبیح اور تحمید اور شکر گزاری کا وہ اظہار فرمایا کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ایک شکر گزاری اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر درود بھیجنے کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ یہ امت کے لئے بخشش کا سامان ہوگیا ہے۔اور ایک اللہ تعالیٰ کی تسبیح اس لئے کہ کس کس طرح اللہ تعالیٰ میری امت کو بخشنے کے سامان فرمارہا ہے۔اور کیا مقام اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرمارہا ہے؟ پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کی صورت میں کامیابی عطا فرمائی تو تسبیح وتحمید اور شکر گزاری کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے اور عاجزی کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔یعنی یہ سب تسبیح کے نمونے دکھا کر اور سکھا کر امت کو اس طرف متوجہ فرمایا ہے کہ تمہاری بقا اور تمہاری کامیابی اور تمہاری ترقی اور تمہاری فتح بھی اسی میں ہے کہ دنیاوی اسباب پر بھروسہ نہ کرو بلکہ ربّ اعلیٰ کی تسبیح اور تحمید کرو جو ربّ العالمین ہے۔یاد رکھو بے شک اپنے اپنے رنگ میں بعض اور بھی رب ہیں جن سے تمہیں واسطہ پڑتا رہتا ہے۔شروع میں، ابتدا میں انسان جب بچہ ہوتا ہے، بچے کی پرورش میں بھی اس کے ماں باپ حصہ لیتے ہیں۔اس لحاظ سے وہ بھی رب کہلاتے ہیں۔پھر اس کے بعد بڑا ہوتا ہے اور دنیاوی کاموں میں پڑتا ہے۔افسران ہیں، بادشاہ ہیں، ملکی سربراہ ہیں جو ایک طرح سے پرورش میں حصہ لیتے ہیں۔لیکن ان سب کی ربوبیت جو ہے وہ نقائص سے پُر ہے، کامل نہیں ہے۔ماں ہے جو سب سے زیادہ خالص ہو کر بچے کی پرورش کر رہی ہوتی ہے لیکن اس میں بھی کاملیت نہیں ہے، اس لئے اس کی پرورش میں کمیاں رہ جاتی ہیں۔کبھی بچے کو زیادہ کھلا دیا تو وہ بیمار ہوگیا۔کبھی خوراک کا خیال نہ رکھا تو کمزور ہوگیا۔کبھی کسی اور طرف توجہ ہوگئی تو بچے کی نگہداشت صحیح طرح نہ ہوسکی۔کبھی کسی چیز میں کمی رہ جاتی ہے، کبھی کسی چیز میں۔اسی طرح تمام دنیاوی افسران ہیں یا ملازمین کے مالک ہیں، وہ سب کمزور ہیں۔اور پھر وہ لوگ یہ تو چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے لیکن تعریف وہ کروانا چاہتے ہیں جس پر وہ کبھی پورا نہیں اترتے اور یوں اکثر جھوٹی تعریفیں اور خوشامدیں کرنی پڑتی ہیں۔جس سے انسان کی طبیعت میں جھوٹی خوشامدیں کر کے، تعریفیں کر کے بعض دفعہ منافقت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔لیکن ربّ اعلیٰ وہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے۔جس کی تعریف حقیقی ہے۔جس نے رحمانیت کے جلوے دکھاتے ہوئے بھی پرورش کے انتظام کئے ہیں۔اور جو رحیمیت کے جلوے دکھاتے ہوئے بھی اپنے بندوں کے لئے بے انتہا فضل نازل فرماتا ہے۔دعاؤں کو سنتا ہے، وہ مجیب بھی ہے۔غرض کہ اس کے بے انتہا اور بھی صفاتی نام ہیں جس کے مطابق وہ اپنے بندوں سے سلوک بھی کرتا رہتا ہے۔پس ایک مومن کو چاہئے کہ سَبِّحِ اسْمَ

رَبِّکَ الْاَعْلَی (الاعلیٰ :2) پر عمل کرتے ہوئے اس کامل صفات والے اعلیٰ ربّ کی تسبیح کرتا ہے اور اس کی خیر کی تمام صفات سے حصہ لینے کی کوشش کرے اور اس کی ناراضگی اور پکڑ سے بچنے کی کوشش کرے۔ ہر خیر کے ساتھ شر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تمام قسم کے شرور سے بچنے کی دعا کرنی چاہئے اور حقیقی تسبیح کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یقیناً اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

قرآنِ کریم میں تسبیح کے ذکر میں جو بیان ہوا ہے اس میں نمازوں کو بھی تسبیح کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ یعنی نمازیں بھی ایک قسم کی تسبیح ہیں۔ پس ان کی پابندی کرنا اور باقاعدگی سے ادا کرنا یہ بھی ضروری ہے۔ تبھی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی کا صحیح ادراک حاصل ہوگا۔

پھر جیسا کہ مَیں نے بیان کیا کہ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اپنے ربّ کے نام کو دنیا میں بلند کرنا۔ اپنے ربّ کے نام کو دنیا میں بلند کرنا، یہ بھی حکم ہے۔ اس بارے میں جب سب سے اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہم دیکھتے ہیں تو اس کے بھی اعلیٰ ترین نمونے آپؐ نے ہی قائم فرمائے۔ آپ نے دعوت الی اللہ کا حق قائم فرما دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ (سورۃ الاحزاب: 47)۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور جب آپ کو فرمایا کہ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (المائدۃ:68) کہ اے رسول! تیری طرف تیرے رب کی طرف سے جو کلام اتارا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا تو اس کا بھی آپ نے حق ادا کر دیا۔ کیونکہ اس کے بعد ربِ اعلیٰ کے نام کی سربلندی جو پہلے ہی آپ کا مقصود تھی اس میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ نرمی سے، حکمت سے، احسان سے، احسان کرتے ہوئے اور صبر دکھاتے ہوئے آپ نے ہر حالت میں تبلیغ کے کام کے حق کو ادا کرنے کی کوشش فرمائی۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے اس حق کو ادا کیا۔ مشکلات بھی آئیں تو تب بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے آپ کے قدم آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ کوئی خوف، کوئی ڈر آپ کو اس کام سے روک نہیں سکا۔ آپ کی قوتِ قدسی نے یہی روح صحابہ میں بھر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی سربلندی کے لئے وہ بھی قربانیاں دیتے چلے گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی (الاعلیٰ :3) یعنی جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس حالت میں پیدا کیا ہے کہ اس کے اندر تمام ضروری طاقتیں رکھی ہیں اور ترقی کے مادے اس میں موجود ہیں۔ عموماً ایک نارمل بچے کی جب پیدائش ہوتی ہے تو اس میں تمام ضروری طاقتیں بھی موجود ہوتی ہیں۔ اور جوں جوں اس کی نشو ونما ہوتی رہتی ہے اور جس طرح پہلے زمانوں میں بھی ہوتی رہی ان طاقتوں میں اس ماحول کے

لحاظ سے نکھار پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ بیشک بعض ذہنی اور جسمانی لحاظ سے کمزور بھی ہوتے ہیں لیکن یہ عمومی حالت نہیں ہے۔ پس انسان کو جب اشرف المخلوقات بنایا تو اس میں ذہنی صلاحیتیں بھی ایسی رکھیں کہ اگر ان کو صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو تمام مخلوق کو وہ زیر کر لیتا ہے۔ گویا انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو بن سکتا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بھی میں ذکر کر چکا ہوں اس کا کامل نمونہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل تعلیم اتاری اور اس مزاج کے مطابق اتاری جو انسان میں خدا تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے یا جس کی نشو و نما اس زمانے میں ہو چکی تھی اور آئندہ بھی انسان کی ذیلی صلاحیتوں کا اور اس کے قویٰ کا نشو و نما اب قیامت تک ہوتے چلے جانا ہے۔ انسان کی فطرت میں اگر اللہ تعالیٰ نے نرمی اور غصہ رکھا ہے تو یہ بھی عین ضرورت کے مطابق ہے۔ کبھی نرمی کا اظہار ہو جاتا ہے، کبھی غصہ کا اظہار۔ اس لئے قرآنِ کریم میں جو تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے اس میں بھی یہی فرمایا ہے کہ غصے کا اور نرمی کا اظہار اپنے وقت پر کرو تبھی ان انسانوں میں شامل ہوگے جو سَوّٰی کے لفظ کے تحت آتے ہیں۔ یعنی جب ہر عمل جو ہے موقع اور محل کے مطابق ہو۔ مثلاً اگر اصلاح کی ضرورت ہے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے لئے معاف کرنے میں اصلاح کا پہلو نکلتا ہے یا سزا دینے میں۔ اگر صرف ہر صورت میں معاف ہی کیا جاتا رہے تو معاشرے میں ان لوگوں کے ہاتھوں جو ہر وقت فساد پر تلے رہتے ہیں معاشرے کا امن برباد ہی ہوتا چلا جائے گا۔ پس ایک عقل مند اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت رکھنے والا انسان ہمیشہ اعتدال سے کام لیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو اس طرح پیدا کیا ہے جو ہر لحاظ سے مناسب ہے۔ عیب سے پاک ہے۔ پھر عقلمند انسان کا ہر عمل اور فعل، موقع اور محل کے مناسبِ حال ہوتا ہے۔

خَلَقَ فَسَوّٰی (الاعلیٰ :3) کا یہ مطلب بھی ہے کہ اس میں جب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں تو اس عیب کو درست کرنے کے لئے بھی خدا تعالیٰ سامان پیدا فرماتا ہے۔ بیماریاں ہیں تو ان کا علاج ہے اور یہ علاج کے طریق بھی خدا تعالیٰ ہی سکھاتا ہے۔ بعض دہریہ یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید ان کی دماغی صلاحیتوں کی وجہ سے انہیں علاج سمجھ آ گیا لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس کے پیچھے سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما ہے۔ اور یہ باتیں پھر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ذہن عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے، سہولیات کے لئے ایجادات کرتا چلا جا رہا ہے۔ مثلاً بیماریوں کے خلاف علاج ہے تو اس کے بھی نئے نئے طریق نکال رہا ہے۔ بہت سی بیماریاں جو پہلے نہیں ہوتی تھیں یا پتہ نہیں تھا، جن کی صلاحیت نہیں تھی جب اللہ تعالیٰ نے صلاحیت پیدا کی، انسان کی نشو و نما کی۔ اس کی ذہنی اور جسمانی طاقتیں بڑھائیں تو بعض ایسی نئی نئی باتیں بھی اس کے ذہن میں پیدا ہو گئیں جن کو استعمال کر کے وہ اپنی

زندگی کو مزید بہتر بنا سکتا ہے۔ مثلاً دل ہے انسان کا۔ پہلے تو کسی کو پتہ ہی نہیں لگتا تھا یا انسانی زندگی اتنی سخت تھی کہ ورزش کی وجہ سے اور اپنی دوسری مصروفیات کی وجہ سے اور ایسی خوراک ہونے کی وجہ سے جو دل کو نقصان نہیں پہنچاتی، دل کی بیماریاں نہیں تھیں۔ لیکن جہاں جہاں اور جوں جوں انسان کی بعض صلاحیتیں بڑھتی چلی گئیں، بیماریاں بڑھتی چلی گئیں۔ دل کی بیماریاں بھی ان میں سے ایک ہیں۔ اس کا علاج کا طریقہ آپریشن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمجھایا۔ پھر اس میں ترقی ہوئی تو ایک اور طریقہ اینجو پلاسٹی کا سمجھایا جو اس سے زیادہ آسان ہے۔ اور اب مزید سٹیم سیل (Stem Cell) کے ذریعے علاج کی ریسرچ ہو رہی ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ انسانی صلاحیتوں کو ساتھ ساتھ اس کی ضروریات کے مطابق اجاگر کرتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہے۔ یہ وہ اعلیٰ ربّ ہے جس کی تعریف ایک بندے پر فرض ہے۔ وہ اگر عیبوں کو ظاہر فرماتا ہے تو اس کے لئے پھر اس کا مداوا اور علاج بھی سمجھا دیتا ہے۔ ایک موحّد جب بھی نئی ریسرچ دیکھتا ہے تو اسے خدا تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ جسمانی بیماریوں کے علاج کی طرف یوں رہنمائی فرما رہا ہے تو روحانی بیماریوں کے علاج کے سامان بھی کرتا ہے اور کیوں نہیں کرے گا۔ پس ہر زمانے میں انبیاء روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے آئے اور اپنے اپنے وقت کی بیماریوں کے علاج کرتے رہے۔ جب انسانی زندگی روحانی بیماریوں کا مجموعہ بن گئی اور نئی نئی بیماریاں پیدا ہو گئیں، ہر زمانے کی بیماری جمع ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور قرآنِ کریم کی کامل تعلیم اتاری جس نے علاج کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں اس کے اعلیٰ ترین نمونے اپنی قوتِ قدسیہ سے دکھائے۔ اس تعلیم کی روشنی میں دکھائے جس سے انسانوں کو، جانوروں کو باخدا انسان بنا دیا۔ لیکن ایک زمانے کے بعد جب مسلمان بھی اس تعلیم کو سمجھنے سے قاصر ہو گئے اور اس پر عمل کرنا بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو اپنے وعدے کے مطابق بھیجا جنہوں نے پھر اس تعلیم میں سے جو قرآنِ کریم کی صورت میں موجود تھی، علم و عرفان کے موتی نکال کر ہماری بیماریوں کے علاج کئے۔ اور یہ بتایا کہ امت میں جو بیماریاں پیدا ہوئی ہیں، ان کے علاج یہ ہیں۔ اور میرے ساتھ جڑو گے تو اس سے اپنے علاجوں میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ ڈاکٹروں کو تو نئی بیماریوں کا علاج ایک ریسرچ اور لمبا عرصہ محنت کرنے سے پتہ لگتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے روحانی علاج کے لئے چودہ سو سال پہلے قرآنِ کریم میں کامل شریعت اتار کر یہ علاج رکھ دیا تھا۔ اور ہر زمانے میں جو اللہ کے بندے تھے اس کو سمجھتے رہے۔ اور آخر پر جو مزید نئی بیماریاں پیدا ہوئی تھیں ان کے علاج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر اسی جگہ سے بتا دیئے۔ کیونکہ قرآنِ کریم کا فہم اور عرفان اس زمانے کی بیماریوں کے مطابق آپ کو ہی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ اور پھر جب ہر قسم کی ناسخ و منسوخ کے الزام سے اس کلامِ قرآنِ کریم کو

پاک کر دیا تو پھر ہی پتہ لگ سکتا تھا کہ کیا صحیح علاج ہیں اور یہ کام بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہی فرمایا۔ اور حقیقی مومنوں اور قرآنِ کریم پر غور کرنے والوں کو آپ کی تفسیروں اور وضاحتوں اور تعلیم کی روشنی میں جو قرآنِ کریم سے نکال کر آپ نے ہمارے سامنے رکھی حسبِ ضرورت یہ علاج میسر آتے رہے۔ پس جو لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے آنے کی ضرورت نہیں تھی یا اب کسی مصلح کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی بیماریاں جو ہیں وہ ظاہر ہو کر پھر بڑھتی چلی جاتی ہیں اور بڑھتی چلی جارہی ہیں لیکن وہ اس بات کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ جو اس زمانے کا امام اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کو قبول کریں۔ یہ سب دشمنیاں جو ہیں ان میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ خودکُش حملے جو ہیں، قتل و غارت جو ہے، دہشت گردی جو ہے کیا یہ اسلامی تعلیم ہے؟ خدا کے نام پر اور مذہب کے نام پر ظلم جو ہے، یہ اسلام کی تعلیم ہے؟ یقیناً نہیں۔ صرف ان لوگوں نے ناسمجھی یا ڈھٹائی کی وجہ سے اس تعلیم کو ماننے سے انکار کر دیا ہے جو حقیقی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پیش فرما رہے ہیں۔ یہ سب چیزیں جو ہیں جس پر آج کل مسلمانوں کے عمل ہو رہے ہیں، یہ تو اپنے عارضی ربوں کو خوش کرنے کے لئے ہیں۔ جبکہ مسیح موعود واحد و یگانہ خدا کی طرف بلا رہے ہیں اور اس تعلیم پر عمل کروانے کے لئے دعوت دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری اور جو حقیقی اسلامی تعلیم ہے۔ ایک طرف تو بعض طبقوں کی طرف سے پریشان ہو کر یہ دعوے بھی کئے جا رہے ہیں کہ کسی مصلح کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں میں خلافت کی ضرورت ہے۔ اور دوسری طرف اس چیز کو ٹھیک کرنے کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے سامان پیدا فرمائے ہیں اور معالج بھیجا ہے تو اس کو قبول کرنے کے لئے یہ لوگ تیار نہیں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی (الاعلیٰ :4)۔ جس نے طاقتوں کا اندازہ کیا اور ہدایت دی۔ اس کا تعلق بھی پہلی آیت سے ہے۔ اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ قَدَّرَ فَهَدٰی کے دو معنی ہوں گے۔ جیسا کہ پچھلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ چونکہ انسان میں ترقی کی استعداد رکھی گئی تھی اور اسے کامل القویٰ بنایا گیا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کی طاقتوں کا اندازہ کر کے اس کے متواتر ترقی کرتے چلے جانے کے ذرائع مہیا کئے ہیں۔ یعنی پہلے پیدائش کو اس تعلیم اور طاقت کے مطابق کیا پھر تعلیم بھجوائی۔ یعنی جوں جوں ذہنی اور جسمانی طاقتوں نے ترقی کی اللہ تعالیٰ نے اس کے مطابق ہدایت کے سامان پیدا فرمائے۔ اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ جب بھی انسان کج ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کی ضرورت کے مطابق ہدایت بھجوادی۔

(مأخوذ از تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 406-405 مطبوعہ ربوہ)

اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ ہدایت کامل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل فرمائی تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حقوق کا بھی صحیح ادراک کر سکے اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور بندوں کے حقوق بھی ادا کرے۔ پس جب یہ ہدایت آ گئی تو اس کے مطابق ہی اب ایک مومن کو چلنا ہے۔ اور اگر سمجھ نہیں آتی تو پھر جو امام اور جو معالج اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ اسی میں دنیا کی بقا ہے۔ جس کے لئے پہلی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے طریق بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی عبادت کی ضرورت ہے اور اس بھیجے ہوئے کو ماننے کی ضرورت ہے۔ اگر سمجھ نہیں آتی تو پھر اللہ تعالیٰ سے خالص ہو کر مدد مانگی جائے کہ اللہ تعالیٰ صحیح راہنمائی فرمائے تا کہ ہم اس کا حق ادا کر سکیں۔ اور دوسرے اس تسبیح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا تک پہنچانا بھی فرض ہے۔ اور یہی ہر قسم کی کجی سے پاک ایک مومن کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم خالص ہو کر اس کے بھیجے ہوئے کے ساتھ جُڑ کر اس تعلیم کے مطابق عمل کرنے والے ہوں اور صحیح رنگ میں تسبیح کرنے والے ہوں، اس کی عبادت کرنے والے ہوں اور اس کے پیغام کو پہنچانے والے ہوں۔

مصر کے احمدیوں کے لئے بھی میں پھر خاص طور پر دعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں۔ وہاں گزشتہ کچھ عرصے سے جماعت کے خلاف ایک شور اٹھا ہوا ہے اور ہمارے بارہ، تیرہ کے قریب احمدی حراست میں ہیں جن کا ابھی تک پتا نہیں لگ رہا کیا بننا ہے؟ اس لئے ان کے لئے خاص طور پر دعا کریں اللہ تعالیٰ جلد ان کی رہائی کے بھی سامان پیدا کرے۔ شاید ان کا خیال ہے کہ اسیر بنا کر وہ ان کو ایمان سے پھیر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر احمدی جو دنیا کے کسی بھی کونے میں رہنے والا ہے وہ اپنے ایمان کے لحاظ سے بڑا مضبوط ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی اسی طرح مضبوطی کا اظہار کر رہے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے، انشاء اللہ۔ اور یہی مجھے پیغام بھیج رہے ہیں کہ آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ ہمارے ایمان میں کوئی لغزش نہیں آئے گی۔ بلکہ گزشتہ دنوں ایک خاتون کو بھی گرفتار کر لیا تھا پھر چھوڑ دیا۔

اور پاکستان کے احمدیوں کے لئے بھی دعا کریں۔ وہاں بھی کافی سخت حالات ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو مسیح محمدی کے پیغام کو سننے کی اور سمجھنے کی اور ماننے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہر قسم کی کجیاں دنیا سے دور ہوتی چلی جائیں۔ جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے تو ذرائع مہیا فرما دیئے ہیں اب اس سے فائدہ اٹھانا بندوں کا کام ہے۔ اگر نہیں اٹھاتے تو پھر اللہ تعالیٰ کس طرح ٹھیک کرتا ہے، کیا سامان پیدا فرماتا ہے یہ وہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو کسی بھی قسم کی آفت اور بلا اور تباہی سے محفوظ رکھے اور اپنی طرف جھکنے والا خالص بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔